22442-اداکاری اور چھوٹی بچیوں کی شادی کا حکم

سوال

1- فلموں میں اداکاری کرنے کا شرعی حکم کیا ہے، اور اگر ایسا کرنا جائز ہے تو کس قسم کی فلموں میں کرنا چاہیے، اور فلموں میں عورتوں کا کیا کردار ہوگا؟
2- اسلام میں دس برس سے کم عمر بچیوں کی شادی ان کی اجازت کے بغیر کیوں جائز ہے؟
کہا جاتا ہے کہ بچوں کے بارہ میں صرف ان کے والدین ہی اہتمام کریں گے، مجھے یہ تو علم ہے کہ بالغوں کی اجازت درکار ہوتی ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شادی پختہ عمر والوں کے مابین ہی واجب ہے لیکن بچوں میں یہ نہیں ہو سکتی تو کیا آپ بچوں کی شادی کے شرعی حکم کی وضاحت کریں گے؟

پسندیدہ جواب

اول:

فلموں اور ڈراموں میں اداکاری وغیرہ کے متعلق جواب دیا جا چکا ہے آپ اس کی تفصیل کے لیے سوال نمبر (10836) کے جواب کا مطالعہ کریں، ہم اس میں کچھ اور بھی اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شیخ ابو بکر زید حفظہ اللہ تعالی کہتے ہیں:

مروءت ایک شرعی مقصد ہے، اور خلاف مروءت کام کرنا مقدمے میں گواہی ساقط کر دیتا ہے، اور شریعت اسلامیہ اخلاق عالیہ اختیار کرنے کا حکم دیتی اور برے اور ذمیم اخلاق سے منع کرتی ہے، بہت سے دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اداکاری کرنے والے اپنے اعضاء میں سے کسی عضو کو ناکارہ ظاہر کرتے ہیں یا پھر غلط قسم کی حرکات کرتے اور عجیب و غریب قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔

بلکہ بعض اوقات تو کسی مجنون اور پاگل اور یا پھر بے وقوف کا کردار ادا کرتے ہیں، تو کوئی عقل مند اس میں شک نہیں کر سکتا کہ اداکاری کرنا خلاف مروءت ہے، اور اس لیے یہ گواہی ساقط کرنے کا بھی باعث ہے، اور ایسی چیز کو شریعت برقرار نہیں رکھتی۔۔۔۔

دیکھیں: المروءۃ وخوارمھا تالیف مشہور حسن ص (221)۔

دوم:

چھوٹی بچی کی بلوغت سے قبل شادی:

شریعت اسلامیہ اسے جائز قرار دیتی ہے بلکہ اس مسئلہ میں تو علماء کرام کا اجماع بھی منقول ہے۔

اس شادی کے جواز کے دلائل:

ا- اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

.{اوروہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہوچکی ہیں اگر تمہیں شبہ ہو توان کی عدت تین ماہ ہے اوروہ بھی جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا}.الطلاق (4) ۔

ہم اس آیت میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان عورتوں کی طلاق کی عدت (ان کی چھوٹی عمر اور نابالغ ہونے کی وجہ سے) تین ماہ مقرر کی ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے اس بچی کی بھی شادی ہوسکتی ہے اوراگر اسے طلاق ہوجائے تو وہ عدت بھی گزارے گی ۔

ب–عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی تو وہ چھ برس کی تھیں ، اور نو برس کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو برس تک رہیں ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (4840) صحیح مسلم حدیث نمبر (1422) ۔

لیکن چھوٹی عمر کی بچی کی شادی کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے ہم بستری کرنا بھی جائز ہے ، بلکہ اس سے ہم بستری اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک وہ اس کی اہلیت نہ رکھتی ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رخصتی میں اسی لیے دیر کی تھی ۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

چھوٹی عمر کی شادی شدہ بچی کی رخصتی اوراس سے ہم بستری کے وقت کے بارہ میں یہ ہے کہ :

اگر بچی کا ولی اورخاوند کسی ایسی چیز پر متفق ہوجائیں جس میں بچی پر کسی قسم کا ضرر نہ ہو اس پر عمل کیا جائے گا ، اوراگر وہ دونوں اختلاف کریں توامام احمد اورابو عبید رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ نو برس کی بچی پر یہ لازم کیا جائے گا لیکن اس سے چھوٹی پر نہیں ۔

امام شافعی اورامام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ اس کی حد یہ ہے کہ وہ جماع کی طاقت رکھے ، اس کے وقت میں لڑکیوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اختلاف ہے جس میں عمر کی کوئی قید نہیں لگائی جاسکتی ۔

اوریہی قول صحیح ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں عمر کی کوئی تحدید نہیں اورنہ ہی ہم بستری کی طاقت رکھنے والی کو نو برس کی عمر سے قبل اس سے منع کیا گیا ہے ، اوراسی طرح طاقت نہ رکھنے والی نو برس کی بچی کو اس کی اجازت ہے ۔

داوودی کہتے ہیں : عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بہت اچھی جوان ہوچکی تھی رضی اللہ تعالی عنہا ۔ دیکھیں شرح مسلم للنووی (206/9) ۔

مستحب تو یہ ہے کہ ولی اپنی چھوٹی بچی کی شادی نہ کرے لیکن جب اس میں کوئی مصلحت ہو تو شادی کرسکتا ہے ۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں :

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ امام شافعی اوراس کے اصحاب اسے مستحب قرار دیتے ہیں کہ باپ اوردادا بچی کے بالغ ہونے سے قبل شادی نہ کریں اورشادی کرنے میں اس کی اجازت لے لیں تاکہ وہ خاوند کے پاس ناپسندیدگی کی حالت میں نہ چلی جائے ۔

ان کا یہ قول عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث کے مخالف نہیں ، کیونکہ ان کی مراد یہ ہے کہ بلوغت سے قبل اگر شادی کرنے میں تاخیر کی بنا پر کوئی فوت ہونے والی مصلحت نہ ہو تو شادی نہیں کرنی چاہیے جس طرح کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث میں ہے ، تو یہ خاوند کا حصول مستحب ہوگا اس لیے کہ باپ اپنے بچے کی مصلحت پر مامور ہے اوریہ مصلحت فوت نہیں ہونی چاہیے ۔ واللہ تعالی اعلم ۔

شرح مسلم للنووی(206/9)۔

واللہ اعلم.